بیگم انیس قدوائی

بیگم انیس قدوائی کی پیدائش تقریباً 1905ء میں بارہ بنکی (یو۔ پی) کے مشہور قدوائی خاندان میں ہوئی۔ قدوائی خاندان کا موروثی تعلق قاضی قدوۃ الدین سے تھا جو مکہ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ انیس قدوائی کے والد ولایت علی بارہ بنکی شہر کے مشہور وکیل تھے۔ اس تعلیم یافتہ ماحول میں بھی لڑکیوں کے پردے کا سخت اہتمام کیا جاتا تھا اور گھریلو تعلیم و ابتدائی دینیات سے آگے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا لڑکیوں کے لیے معیوب سمجھا جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انیس قدوائی نے پردے میں ہی صرف گھریلو تعلیم یعنی مروجہ مذہبی کتابیں، دینیات اور اردو فارسی تک تعلیم حاصل کر سکیں۔ انیس قدوائی کی شادی مشہور کانگریس رہنما اور وزیر رفیع احمد قدوائی کے چھوٹے بھائی شفیع احمد قدوائی سے ہوئی۔ انیس قدوائی کی ایک صاحبزادی کوثر قدوائی اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ رفیع احمد قدوائی کے خاندان میں شادی ہونے کی وجہ سے بیگم انیس قدوائی کے لیے مزید تعلیم کے دروازے کھل گئے۔ وہ اب سیاست میں بھی حصہ لینے لگیں اور اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔ اردو ادب سے فطری دلچسپی تھی اس لیے مضامین بھی لکھنے لگیں۔ گاندھی جی کی ایماء پر بیگم انیس قدوائی دہلی چلی گئیں اور ملکی سیاست میں سرگرم حصہ لینے لگیں۔ کانگریس میں شامل ہو کر مجاہد آزادی کی حیثیت سے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ 16 رجولائی 1982 کو بیگم انیس قدوائی کا انتقال ہو گیا۔

سیاست کی مصروفیات کے باوجود بیگم انیس قدوائی اردو ادب کی خدمت سے غافل نہیں ہوئیں اور قلمی جہاد کے ذریعہ آزادی کے خونچکاں واقعات قلم بند کیے جو 'آزادی کی چھاؤں میں' کے عنوان سے کتابی شکل میں چھپ گئے۔ یہ کتاب انیس قدوائی کی ایک تاریخی تصنیف ہے۔ جس کا بنیادی موضوع 1947ء کا خوفناک فرقہ وارانہ فساد ہے۔ ان کی دوسری کتاب 'اب جن کے دیکھنے کو......!' خاکوں کا مجموعہ ہے۔ تیسری کتاب 'نظرے خوش گذرے' ہے جو طنزیہ و مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان کی آخری اور چوتھی کتاب 'غبار کارواں' ہے جو ان کی نامکمل خودنوشت سوانح ہے۔

قدوائی خاندان

شفیع احمد قدوائی رفیع صاحب سے دوسال چھوٹے اور مجھ سے تقریباً نو دس سال بڑے تھے۔ شکل وصورت میں بھی بڑے بھائی سے کافی مختلف تھے اور طبعاً بھی ذرا تیکھے مزاج کے تھے۔ رفیع بھائی جتنے گول مٹول تھے، یہ اتنے ہی دبلے چھنگے اور لانبے۔ آخر عمر میں جسم بھاری پڑ گیا تھا۔ بہت ہی محتاط طبیعت کے انسان تھے۔ زمانہ طالب علمی میں رفیع بھائی کی حد سے بڑھتی ہوئی فضول خرچیوں اور فیاضیوں پر معترض بھی ہوتے تھے اور جب ان کی جیب خالی دیکھتے تو یہ بھی برداشت نہ ہوتا کہ ان کا ہاتھ پیسے کی کمی کی وجہ سے رکا رہے۔ اس لیے اپنی پس انداز کی ہوئی رقم جو جیب خرچ سے بچ جاتی بھائی کو پیش کر دیتے تھے۔

1920 میں انہوں نے بی اے کرنے کے بعد خاندانی حالات سے مجبور ہو کر آگے پڑھنے کا خیال چھوڑ کر ملازمت کی خواہش کی اور ابا جان (امتیاز علی) کی کوشش سے ڈپٹی کلکٹری میں نامزد ہوئے۔ مگر انگریز کمشنر سے ملاقات کے وقت وہ آداب ومراسم جو ان دنوں حکام کے لیے رائج تھے، بجا نہ لا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمشنر نے ناخوش ہو کر ان کا نام خارج کر دیا اور ان کے والد سے شکایت کی۔ 1919ء میں جب رولٹ ایکٹ کے سلسلے میں ہنگامہ شروع ہوا اور کانگریس نے نیا موڑ لیا تو رفیع بھائی نے اپنے گاؤں اور ضلع میں کانگریس کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ کچھ یہ خبریں بھی کمشنر تک پہنچیں۔ ابا جان اس ناکامیابی سے بہت متاثر ہوئے مگر یہ دونوں بھائی خوش تھے کہ چلو جان چھوٹی۔

مگر حالات کا تقاضا تھا کہ ذریعہ آمدنی کچھ ہو۔ اس بیچ میں مجھ سے شادی بھی ہوگئی۔ آخر کار اسسٹنٹ کو آپریٹو رجسٹرار کی پوسٹ مل گئی اور تقریباً ایک سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ 1921 میں تحریک عدم تعاون (نان کوآپریشن) میں ملازمت سے استعفا دے کر شامل ہو گئے۔

ان کے والد (ابا جان) اپنے لائق ترین بیٹوں کی اس نالائقی پر تلملا اٹھے، لیکن وہ ایسے سخت گیر باپ تو نہ تھے کہ نوجوانوں کو اپنی مرضی اور اشاروں پر چلانا ضروری سمجھتے ہوں البتہ اپنی تکلیف خاندانی صورت حال، زمین

داری کی ابتر حالت سب کا تذکرہ کر کے انہیں روکنے کی کوشش ضرور کی۔ خود انہیں بیٹوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے اپنی تحصیلداری بھی خطرے میں نظر آئی مگر جوان بیٹوں کو جبراً اپنی رائے ماننے پر مجبور نہیں کیا نہ انہیں گھر سے نکل جانے کو کہا۔ میں 1920 میں اپنی عمر اس قابل نہ ہونے کے باوجود کانگریس کی ممبر بن چکی تھی اور 1921 میں زنانہ کانگریس کمیٹیاں قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی بلکہ اس سلسلہ میں مسولی میں ایک بڑا جلسہ بھی کر ڈالا تھا۔ شفیع صاحب ملازمت چھوڑ کر آئے تو دل خوش ہو گیا اب وہ بھی باقاعدہ ممبر تھے اور دسمبر 1921 میں ستیہ گرہ تحریک میں حصہ لیتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔

دیہات سے ستیہ گرہی جتھے آتے تھے، ضلع کے صدر مقام بارہ بنکی میں گرفتاری کے لیے اپنے کو پیش کر دیتے تھے اس سے پہلے علی گڑھ سے بار بار آ کر رفیع صاحب نے دیہات کا پیدل، بیل گاڑی اور یکہ پر مسلسل سفر کر کے یہ سب گاؤں آرگنائز کر دیئے تھے۔ ضلع کے ساتھی ست پرکی جی وغیرہ ان کی آمد اور مشوروں کے منتظر رہا کرتے تھے۔

اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا جب میرے خاندان کے تقریباً دس بارہ افراد بیک وقت گرفتار ہو گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں میرے دور رشتہ کے چچا ارشد علی اور نسیم احمد کے علاوہ خالو جان نواب علی وکیل وراثت علی قدوائی کے والد ریاست علی، جو اپنے بزرگ رشتہ کے باوجود رفیع بھائی کے گہرے دوست بھی تھے۔ میرے ماموں جان، ایک رشتہ کے بھائی، غرض نوجوانوں کی اس گرفتاری کے بعد اب گھر میں صرف بڈھے دادا (ابا جان کے چچا) باقی تھے۔ ابا جان اپنی ملازمت پر شاید بجنور میں تھے۔ ظاہر ہے یہ خبر سن کر انہیں بہت شاک پہنچا۔ ان بچاروں کو یہ پتہ بھی نہ تھا کہ گاؤں اور ضلع کے تمام نوجوان ایک دم سرکار برطانیہ کے باغی بن جائیں گے۔ اتفاق دیکھیے، اسی دن یا دوسرے دن میں ایک بچی کی ماں بن گئی۔ میری اس نازک حالت کی وجہ سے شفیع صاحب پریشان تھے۔ لیکن ملازمت چھوڑنے پر انہوں نے کچھ رقم اس موقع کے لیے مخصوص کر کے رکھوا دی تھی اس لیے کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ یہ لڑکی مجھ سے صرف سولہ سال چھوٹی تھی۔ آزادی کی تحریک زور و شور سے چل رہی تھی، اس لیے میں نے اس کا نام آزادی رکھا۔

لیکن میری ماں کو یہ بھونڈا سا نام پسند نہ آیا اور انہوں نے اس کا عقیقہ رفیعہ سلطان پر کروایا پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا، اگر میں یہ بتاؤں کہ اس سے ایک سال پہلے پندرہ سال کی عمر میں بھی ایک کمزور منحنی بچے نے مجھ سے جنم

لیا تھا۔ جو صرف چند دن دنیا کی ہوا کھا کر رخصت ہو گیا۔ اس کے مرنے پر میں بغیر کچھ سنے رو رہی تھی اور میری ماں مجھے تسکین و دلاسا دے رہی تھیں ایک لیڈی ڈاکٹر جسے شفیع صاحب نے لکھنو سے بھجوایا تھا، ایسے وقت پہنچی جب میں پرانی دائی کی تختۂ مشق بن چکی تھی۔ ظاہر ہے اس کے بعد میری والدہ مجھے علاج کے لیے لکھنو لے گئیں اور ایک ماہ بعد جب صحت یاب ہوئی تو پھر بالائے غم ہائے دگر میں گرفتار ہو گئی۔ یہ سب میری افتادِ طبیعت کے خلاف تھا۔ پہلے بچے کے لیے اس وقت نہ جانے کیوں آنسو نکلتے ہی چلے آرہے تھے۔ لیکن چند دن بعد اپنے دوستوں سے خوشی کا اظہار کرتی تھی کہ اچھا ہوا واپس چلا گیا بیکار مجھے ستاتا۔

مگر شفیع صاحب جوان تھے ان کے جذبات مجھ سے بالکل جدا ہوتے تھے۔ میری سیاسی دلچسپیاں خاندان والوں کی نظر میں معیوب تھیں۔ لیکن شفیع صاحب ہمیشہ خوش ہوتے تھے جب ودیشی کپڑے جلا دینے کو کانگریس کا حکم ہوا تو میں نے آگ کے شعلوں میں شادی کا جوڑا بھی ڈال دیا، رفیع بھائی نے کہا، 'شفیع کے کپڑے بھی لاؤ، اتفاق سے ان کا بھی شادی ہی کا ایک جوڑا تھا۔ اس وقت میری ماں رو دیں، ان کی نظر میں یہ بڑی منحوس بات تھی۔ اس وقت تک جیل سے متعلق بزرگوں کا نظریہ چوروں، ڈاکوؤں والی جیل کا تھا، اس لیے بڑا رونا دھونا گھروں میں ہوا، سوا میرے گھر کے۔

لفظ و معنی

محتاط	۔	احتیاط برتنا
فیاضی	۔	دل کھول کر خرچ کرنا
معترض	۔	اعتراض کرنے والا
پس انداز کرنا	۔	جمع کرنا
نامزد ہونا	۔	مقرر ہونا
مراسم	۔	دوستانہ تعلقات
رائج ہونا	۔	رواج پا جانا
تلملانا	۔	بہت زیادہ غصہ ہونا
سخت گیر ہونا	۔	سخت مزاج ہونا
تحصیلداری	۔	زمین داری
جبرا	۔	زبردستی

منحنی - ناٹا قد، دبلا پتلا، کمزور

معیوب - جس کو لوگ عیب سمجھتے ہوں

آپ نے پڑھا

- جنگ آزادی کے دوران قدوائی خاندان کے لوگوں کی سرگرمیوں کا مختصر سا حال آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا بیگم انیس قدوائی کی خودنوشت کا ایک حصہ ہے۔ اس میں خاص طور پر رفیع احمد قدوائی کا حال بیان ہوا ہے جو ایک اہم مجاہد آزادی تھے۔

آپ بتایئے

1. بیگم انیس قدوائی کا یہ مضمون کس صنف سے متعلق ہے؟
2. مضمون 'قدوائی خاندان' کے تخلیق کار کون ہیں؟
3. بیگم انیس قدوائی کی پہلی کتاب کب شائع ہوئی؟
4. بیگم انیس قدوائی کا انتقال کب ہوا؟

مختصر گفتگو

1. انیس قدوائی کی تعلیم سے متعلق مختصر جواب دیجیے۔
2. بیگم انیس قدوائی کی تصنیفات کے بارے میں لکھیے۔
3. خودنوشت کی تعریف کرتے ہوئے بتایئے کہ اس کا تعلق کس صنف ادب سے ہے؟

تفصیلی گفتگو

1. بیگم انیس قدوائی کے حالات زندگی کے بارے میں بیان کیجیے۔
2. تحریک آزادی پر روشنی ڈالیے۔
3. قدوائی خاندان کی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لیجیے۔

آیئے، کچھ کریں

1. بیگم انیس قدوائی کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں اپنے استاد سے معلومات حاصل کیجیے۔
2. 'تحریک آزادی میں قدوائی خاندان کی خدمات' کے موضوع پر ایک مذاکرہ کیجیے۔